الطاف پرواز مرحوم
سابق ایڈیٹر روزنامہ آزاد لاہور

شاہ جی سے وابستہ کچھ یادیں

حضرت امیرِ شریعت کے صد سالہ یومِ ولادت ۱۹۹۲ء کے موقع پر

محترم الطاف پرواز مرحوم سے میں پہلی اور آخری مرتبہ ستمبر ۱۹۹۲ء میں اسلام آباد میں ان کے گھر پر ملا۔ وہ بہت ہی محبت کرنے والے انسان تھے۔ ذیل کا مضمون انہوں نے میری فرمائش پر تحریر فرمایا مگر اس کی اشاعت سے پہلے آخرت کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے (آمین) (کفیل)

کچھ روز پہلے میں بستر پر پڑا "پاکستانیت" کے موضوع پر سوچ رہا تھا۔ اصل میں میرا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص پاکستان کا ہو کر بھی خود کو پٹھان، پنجابی، سندھی، بلوچی اور مقامی یا مہاجر ظاہر کرتا ہے وہ پاکستان کا وفادار نہیں اور یقیناً نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ پاکستان ایک ملی وحدت کی بناء پر حاصل ہوا۔ اور یہی وحدت لسانی و علاقائی یکجہتی کے ساتھ آئندہ بھی قائم رہ سکتی ہے۔

میں سوچ ہی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی ریسیور اٹھایا دوسری جانب ایک عالم دین کی آواز تھی۔ یہ جواں سال عالم دین اور مبلغ اسلام حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے سید محمد کفیل بخاری کی آواز تھی۔ انہوں نے ناچیز سے ملاقات کی خواہش کی اور میں نے اسے غنیمت جانا کہ ایک طویل مدت کے بعد اس لہو کی خوشبو کو اپنے قریب پاؤں گا جس نے کفر زار ہندوستان میں تحفظ ناموس دین و مذہب کے چراغ روشن رکھے۔ معلوم ہوا کفیل بخاری اور ان کے جلیل القدر خانوادے کے لوگ مجھے اس ناطے سے جانتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر شریعت کا قرب پایا اور ان کی باتیں سنی ہیں۔

سید محمد کفیل بخاری نے شاہ جی کی یاد میں یک دینی علمی اور ادبی ماہانہ "نقیب ختم نبوت" کے زیر عنوان ملتان سے جاری کیا ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ "نقیب ختم نبوت" کا "بخاری نمبر" ان کے سو سالہ یوم ولادت کے موقع پر زیر ترتیب ہے۔ اور فرمایا کہ میں اپنی یادوں کے حوالے سے کچھ لکھوں تاکہ وہ اس نمبر میں شامل ہو سکے۔

میں بنیادی طور پر ایک صحافی ہوں میں نے اپنے نظریۂ دین و سیاست پر قائم رہتے ہوئے ہر اخبار میں مزدوری کی ہے۔ ہمارا زمانہ اصل میں قلم مزدوروں کا زمانہ تھا جن میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو صحافت کی راہ میں بکھرے کانٹے چنتے ہوئے اپنے قدموں سے بہتے لہو کے نشان چھوڑتے گئے۔ آج صحافت ایک صنعت ہے جس میں قدم رکھنے کے لئے بے بہا دولت کی ضرورت ہے کہ یہ دولت کن کن ذرائع سے حاصل ہوتی ہے؟

اس سے کبھی کسی کو کوئی غرض نہیں رہی۔ یعنی کانٹے ہم نے چنے پھول اور پھل سے جھولیاں ہمارے بعد آنے والوں نے بھریں۔ نظریہ دین و سیاست پر قائم رہتے ہوئے ہندو کانگریس اور سناتن دھرمی اخباروں تک میں مجھے کام کرنا پڑا۔

ایسے ہی حالات میں مجھے شورش کاشمیری (مرحوم) کی علالت کے باعث مرحوم شیخ حسام الدین نے سہ روزہ آزاد اخبار میں کام کرنے کی دعوت دی۔ میں اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ ملک خضر حیات خاں کے اخبار شہباز میں ابو سعید بزمی مرحوم کے ساتھ نائب مدیر کے طور پر کام کرتا تھا۔ ملک مظفر احسانی یونینسٹ پارٹی کی طرف سے پالیسی کے نگران تھے۔

خضر حیات نے گھٹنے ٹیکے تو پنجاب کی قسمت بدل گئی۔ نہ صرف یہ بلکہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں کی تقدیر جاگ اٹھی۔

سب سے پہلے "مجلس احرار اسلام" کے ساتھ رشتۂ مودّت بہم ہوا۔

وہ کچھ ایسے ہی دن تھے جب میں نے دلی دروازہ لاہور کے باہر ایک چوبارے پر مجلس احرار کے ترجمان سہ روزہ "آزاد" کے حلقہ ادارت میں قدم رکھا۔ مجھ سے پہلے وہاں مفکر احرار چودھری افضل حق مرحوم کے بھتیجے چودھری ظہور الحق موجود تھے جو پالیسی کے مطابق اخبار کو دیکھ سکتے تھے۔ ایڈووکیٹ تھے قانونی احتیاطوں کا بھی ملکہ رکھتے تھے۔ لیکن کارکن صحافی نہ تھے۔ اسی لئے مجھے طلب کیا گیا۔ یہاں سب سے پہلے مجھے جس شخص نے کھلے دل کے ساتھ ہنس کر خوش آمدید کہا وہ تھے ماسٹر تاج الدین انصاری

ماسٹر تاج الدین انصاری سے زیادہ مخلص اور بے غرض انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ وہ درویشی سے بھی کچھ آگے مقام رکھتے تھے۔ دفتر مجلس احرار ہو یا دفتر اخبار آزاد اس کے تمام انتظامات ماسٹر جی نے لے رکھے تھے۔ جب کوئی مہمان آتا یا کسی دوسرے علاقے سے مجلس کا کوئی کارکن آتا تو اس کی خاطر تواضع کرنا بھی ماسٹر جی ہی کے ذمہ ہوتا۔ تھے تو وہ آفس سیکرٹری لیکن جس طرح وہ مہمانوں کے ساتھ سلوک کرتے ان کی دیکھ بھال کرتے معلوم ہوتا جیسے کوئی ماں اپنے بچوں کا خیال رکھ رہی ہے۔ اسی لئے ہم نے ازراہ تفنن ان کا نام تاج خالہ رکھ دیا تھا۔ وہ اس نام پر برا منانے کی بجائے خوش ہوتے۔

حضرت امیر شریعت نے جب پاکستان کو بحیثیت اپنا وطن تسلیم کرنے کا اعلان کیا تو اگرچہ یہ محض مجلس احرار کا اعلان تھا لیکن برصغیر ہندوستان کے تمام نیشنلسٹ مسلمانوں اور علماء کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔

مجلس احرار کے مسلم لیگ کے ساتھ تعلقات استوار ہونے کے بعد نہ صرف نیشنلسٹ مسلمان بلکہ تمام دیوبندی علماء بھی پاکستان کی مخالفت سے باز آگئے تھے۔ اور یہ صرف حضرت امیر شریعت کے جرأت مندانہ اقدام کا نتیجہ تھا۔ بے شک اس میں مجلس احرار کے مربی و محسن رہنما شیخ حسام الدین، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، غازی عبدالرحمن اور ماسٹر تاج الدین کے مشورے بھی شامل تھے لیکن اختیار تمام تر حضرت شاہ جی کو

دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ہندو اخبارات اور ہندو سیاست پر بھی سناٹا چھا گیا تھا۔

مجلس احرار کے جس اجلاس میں قبلہ بخاری صاحب نے مسلم لیگ سے ہر قسم کے اختلافات ختم کرنے اور پاکستان کو بطور وطن عزیز قبول کرنے کا اعلان کیا اس میں ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر بھی شریک ہوئے انہوں نے سٹیج پر ہی مجھے خبردار کیا کہ تیار ہو جاؤ حضرت امیر شریعت کی باری آنے والی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میری تقریر سے پہلے الطاف پرواز نظم پڑھیں گے۔ یہ خبر میرے اوسان پر بجلی بن کر گری میں اب تک دلی دروازہ، موچی دروازہ اور شہر کے دوسرے دروازوں میں ہونے والے مسلم لیگ کے جلسوں میں نظمیں پڑھتا آرہا تھا یہ پہلا موقع تھا میں نے سوچا ٹال جاؤں اور سٹیج سے اٹھ کر کھسکنے ہی کو تھا کہ قبلہ شاہ جی کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے بہ آواز بلند میرا نام پکار کر کہا ٹھہرو اور میں رک گیا۔ پھر انہوں نے جلسے کی کارروائی کے دوران ہی اعلان فرما دیا کہ حضرات! آج اس اجلاس میں میری تقریر سے پہلے پاکستان کے ممتاز شاعر الطاف پرواز اپنی تازہ نظم سنائیں گے۔ مجھ سے ایک قدم بھی آگے بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

میں اس اجلاس میں نظم پڑھنے کی غرض سے نہیں آیا تھا۔ بلکہ نائب مدیر آزاد کی حیثیت سے جلسے کی کارروائی نوٹ کرنے آیا تھا۔ اس لئے خالی ہاتھ تھا۔ لیکن اب تو خود ایک جلیل القدر ہستی نے مجھے حکم دیا تھا۔ ناچار ایک طرف ہو گیا ڈاکٹر تاثیر سے عرض کیا میں کیا لکھوں؟۔۔۔ وہ ہنس دیئے اور کہا اب بھگتو! بہرحال مجھے یاد ہے کہ میں نے وہیں بیٹھ کر ایک طویل نظم "ہمیں پکارو!" کے عنوان سے کہی جو شاہ جی کے خطاب سے پہلے پڑھی بھی۔ اور داد بھی لی۔ (تلاش کرنے کے بعد یہ نظم مل گئی تو "نقیب ختم نبوت" کو بھیج دوں گا) میری یہ نظم جلسے میں بہت پسند کی گئی۔

میری اس نظم کے بعد شاہ جی نے اپنے خطاب میں میری نظم کے کئی مصرعے اور شعر دوہرائے بھی یہ انکے حافظے کا کرشمہ تھا۔ آپ کا ہر خطاب بے تحریر ہوتا ان کی تقریر شہد کی آبشار ہوتی جو سنتا سکتے میں آجاتا۔ ان کا خطاب ساحرانہ ہوتا میری نظم کا یہ مصرعہ تو آپ نے کئی بار پڑھا:

سپہر ہستی کے چاند تارو اگر زیاں کا خطر ہے تم کو! ہمیں پکارو

میں نے اس اجلاس میں نوٹ کیا اس سے پہلے حضرت کو سننے کے لئے ہندو سکھ بھی گھروں کی چھتوں پر بتیاں جلا کر رات رات بھر جاگ کر گزار دیتے تھے۔ لیکن ان میں سے اب بہت ساری چھتوں کی بتیاں بجھ چکی تھیں۔

حضرت امیر شریعت خطابت کے بادشاہ تھے۔ گھنٹوں تقریر کرتے مگر مجال ہے کہ کہیں ایک لفظ پر بھی کبھی ٹھٹکے ہوں آپ اردو، پنجابی اور سرائیکی میں نہایت، مرصع تقریر کرتے اور اکثر برمحل شعروں سے اپنے خطاب کو سجاتے۔ آپ اپنے احرار رضا کاروں سے بہت پیار کرتے تھے۔ میں نے جو نظم پڑھی اسے پسند کرنے کا صلہ مجھے یہ ملا کہ آپ نے جلسہ عام میں اٹھ کر مجھے گلے سے لگایا اور میری پیشانی چوم لی۔ اور اگلے روز مجلس احرار اسلام کے "خازن" ماسٹر تاج الدین نے مجھے دس روپے کا ایک نوٹ دیا اور کہا حضرت شاہ جی کی